بنیادی اور ثانوی مصادر کی تلاش میں محقق کی مشکلات

محمد مسعود نظامی☆

تحقیق کا اصل مقصد فطرت یا انسانی زندگی کے متعلق مسائل کا حل تلاش کرنا ہے۔ تحقیق کسی مسئلے کے قابل اعتماد حل اور صحیح نتائج تک پہنچنے کا وہ عمل ہے جس میں ایک منظم طریقہ کار کے ذریعے حقائق کی تلاش' ان کی چھان پھٹک اور پھر ان کے تجزیے سے نتائج مرتب کیے جاتے ہیں۔ مختلف علوم کی ضروریات کے تحت تحقیق کے مختلف طریقہ کار وضع کئے گئے ہیں مگر منزل سبھی کی ایک ہے۔

جس شعبہ علم میں تحقیق و جستجو مقصود ہو اس کے مختلف پہلوؤں کو سامنے رکھ کر مسئلے کی تشکیل کی جاتی ہے۔ اس مرحلے پر ان ماخذ اور دستاویزات کو جمع کرکے استفادہ کیا جاتا ہے جن پر تحقیق کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔

عام طور پر دو قسم کے مصادر استعمال کئے جاتے ہیں۔

(۱) بنیادی مصادر (۲) ثانوی مصادر

(۱) بنیادی مصادر

"یہ وہ دستاویزات ہیں جن میں ان واقعات وغیرہ کا ریکارڈ شامل ہوتا ہے۔ جن کو مصنف نے خود دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا یعنی بنیادی مصادر میں چشم دید شہادت موجود ہوتی ہے۔ ان میں ذاتی کاغذات' دستاویزی ریکارڈ' انٹرویو' خود نوشت' سوانح عمریاں اور یادداشتیں' تقریروں اور خطوط کے مجموعے اور سرکاری ریکارڈز وغیرہ شامل ہیں۔"(۱)

جے لیونرڈ بیٹس (J. Leonord Bates) نے کہا ہے کہ عام طور پر مورخین نے بنیادی مصادر کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج' راوی روڈ' شاہدرہ لاہور

(i) **بنیادی مخطوطات** : ان میں ذاتی کاغذات' دستاویزی ریکارڈز' انٹرویوز اور متفرق چیزیں شامل ہیں۔

(ii) **بنیادی مطبوعات** : ان میں مرکزی حکومت کی مطبوعات' صوبائی حکومت کی مطبوعات' خودنوشت سوانح عمریاں اور یادداشتیں' تقریروں اور خطوط کے مجموعے اور معاصر مضامین وغیرہ شامل ہیں۔ (۲)

(۲) ثانوی مآخذ

وہ ریکارڈز ہوتے ہیں جن کو وہ فرد یا افراد مرتب کرتے ہیں جو خود واقعے میں شریک نہیں ہوتے یا جنہوں نے خود اس واقعے کا مشاہدہ نہیں کیا ہوتا' لہٰذا یہ ان افراد کی شہادت ہوتی ہے جو واقعے کے چشم دید گواہ نہ تھے لیکن انہوں نے کسی وجہ سے ان کا ریکارڈ تیار کیا۔ نصابی کتب' جنتریاں' اقتباسات' دائرۃ المعارف اور اطلاعات کے ایسے ہی خلاصے ثانوی مصادر شمار کئے جاتے ہیں۔ (۳)

"وان ڈیلن" : نے ان دو مصادر کی تعریفات ان الفاظ میں بیان کی ہیں۔

(i) Primary Sources (ii) Secondary Sources

(i) Primary Sources:

(i) The testimony of able eyes and ear witnesses to past events.

(ii) Actual objects used in the past can be examined disectly.

(ii) Secondary Sources:

Informations provided by a person who did not directly observe the event, object or condition. These summaries appear in encyclopedias, newspapers, periodical and other refrences.(۴)

ڈاکٹر عبدالرشید ارشد اپنی کتاب "تعلیم اور تحقیق" میں ان کی یوں وضاحت کرتے ہیں۔

(ا) ابتدائی وسائل

وہ دستاویزات جو کسی صورت حال کی بلاواسطہ روئداد مہیا کرتی ہیں ابتدائی وسائل کہلاتی ہیں۔

(ا) سرکاری دفتر ریکارڈ' دوسری دستاویزات (اخبار و رسائل)

(ب) زبانی بیان، ماضی کی صورت حال کے متعلق ایسے افراد کا بیان جو اس صورت حال کے عینی شاہد ہوں۔ ان افراد کی شہادت زبانی (محقق کی شاہد سے گفتگو) بھی ہوسکتی ہے اور تحریری بھی، چونکہ انسانی حافظہ کی کارکردگی غیر یقینی ہے اس لیے کسی صورت حال کی اس وقت تحریر میں آئی ہوئی روئداد اسی صورت کو بہت وقفہ گزر جانے کے بعد یاد کرنے کی نسبت زیادہ قابل اعتبار ہوگی۔ بالعموم یہ کہا جاسکتا ہے کہ زبانی رپورٹ کی نسبت تحریری ریکارڈ زیادہ قابل اعتماد ہوتا ہے۔

(ج) آثار : اس میں عمارات، فرنیچر، تدریسی لوازمات ساز و سامان، نصابی کتب امتحانی ریکارڈز وغیرہ شامل ہیں۔

(۲) ثانوی وسائل : جب عینی شاہدوں کے بلاواسطہ بیانات میسر نہ ہوں اور صورت حال کی روئیداد کوئی ایسا شخص بیان کرے جس نے اسے کسی عینی شاہد سے سنا ہو تو یہ تاریخی تحقیق میں ثانوی مصادر کہلائے گا۔ درسی کتب، انسائیکلوپیڈیا، تاریخی تحقیق پر مبنی رپورٹیں وغیرہ ثانوی ماخذ میں شامل ہیں۔

بعض اوقات تحقیق کی نوعیت مصادر کو بدل دیتی ہے مثلاً نصابی کتابی کو ثانوی مصادر میں شمار کیا جاتا ہے لیکن اگر کوئی محقق شعبہ تعلیم میں نصابی کتب کی ترتیب و تدوین پر کام کر رہا ہو تو اس صورت میں نصابی کتابیں ثانوی کی بجائے بنیادی مآخذ کی حیثیت اختیار کر جائیں گی۔ (۵)

تحقیق کے عمل میں بنیادی مآخذ یا مصادر سے استفادے کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ تحقیق میں کئی قسم کے ریکارڈز استعمال کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح مختلف قسم کے آثار سے بھی استفادہ کیا جاتا ہے۔ ان کی تفصیلات وان ڈیلن کے حوالے سے ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(ا) سرکاری ریکارڈز

مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ کی دستاویزات جن کو مرکزی حکومت یا صوبائی حکومت تیار کرتی ہے مثلاً آئین، قوانین، چارٹرز، عدالتی روئیدادیں اور فیصلے، ٹیکس کی فہرستیں اور اہم اعداد و شمار۔

وہ معلومات جن کو مرکزی یا صوبائی محکمہ تعلیم کے شعبے، کمیشن، پیشہ وارانہ انجمنیں، انتظامیہ اتھارٹی مرتب کرتی ہے مثلاً کمیٹیوں کی روئیدادیں، انتظامی نوعیت کے احکام، سالانہ رپورٹیں، میزانیے، تنخواہوں کی فہرستیں، حاضری کے ریکارڈز، حادثات کی رپورٹیں اور کھلاڑیوں

کے ریکارڈز وغیرہ۔

(۲) ذاتی ریکارڈز

ان میں ڈائریاں، خودنوشت سوانح عمریاں، خطوط، وصیت نامے، جائیداد کے کاغذات، معاہدے، لیکچر کے اشارات، تقاریر، مضامین اور کتابوں کے اصل مسودات شامل ہوتے ہیں۔

(۳) زبانی روایات

ان میں اساطیر، لوک کہانیاں، خاندانی کہانیاں، کھیلیں، تقریبات اور واقعات کی چشم دید یادیں شامل ہوتی ہیں۔

(۴) تصویری ریکارڈز

ان میں تصویریں، متحرک تصویریں، مائیکرو فلمیں، مصوری کے نمونے، سکے اور مجسّمے آتے ہیں۔

(۵) مطبوعہ مواد

اس میں اخبار، کتابچے اور رسالوں کے مضمون شامل ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ زیر تحقیق مسئلے کے بارے میں ادبی اور فلسفیانہ کتابیں بھی شامل کی جاتی ہیں۔ ہل وے (Hilway) نے اس سلسلے میں کہا ہے۔ ''ایسی ادبی تخلیقات مثلاً نظمیں، ناول، ڈرامے اور مضامین جو اصل واقعات کے بارے میں معلومات فراہم کرسکتے ہیں لیکن محقق زیادہ تر ان میں موجود خیالات کے پیش نظر ان کا معائنہ کرتا ہے۔ ادبی یا لسانیاتی مطالعات میں صرف ''تحریریں'' ہی بجائے خود معلومات کا ضروری اور بنیادی مآخذ قرار پاتی ہیں۔

(۶) میکانکی ریکارڈز

ان میں انٹرویوز اور اجلاس کی کارروائی شامل ہوتی ہے جس کو فیتے (Tape) کی شکل میں تیار کرلیا جاتا ہے۔ فوٹو گراف ریکارڈز بھی اسی میں آجاتے ہیں۔

(۷) آثار (Remains)

تاریخی تحقیق کرنے والوں کے لیے ایسے آثار بھی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں جو معلومات

کا ذریعہ بنتے ہیں- ہڑپہ اور موہنجوداڑو سے ملی ہوئی قدیم اشیاء بہت سی اطلاعات فراہم کرتی ہیں' وہ کھلونے' برتن اور آلات جو کسی قبرستان سے ملتے ہیں ماضی کے متعلق معلومات بہم پہنچا سکتے ہیں- بعض اوقات ایسے آثار سرکاری دستاویزات کی نسبت اصل معمولات اور حالات کو بہتر طور پر ظاہر کرتے ہیں- کسی مورخ کے لیے مادی آثار' مطبوعہ آثار اور خطی مواد مفید ثابت ہوسکتے ہیں-

چونکہ آثار ٹھوس شہادت فراہم کرتے ہیں- ایسی شہادت جس کا ذاتی طور پر معائنہ کیا جاسکتا ہے- اس لیے وہ ریکارڈز کی نسبت زیادہ قابل اعتماد ماخذ بن جاتے ہیں-

(۸) متفرقات

ان میں ہل وے (Hilway) نے یہ چیزیں شامل کی ہیں- فن کے مختلف نمونے' موسیقی کی دھنیں' یادگاریں اور دیگر متفرق ذرائع جس سے معلومات مل سکتی ہیں-(۶)

تاریخی تحقیق کے سلسلے میں بشا اور ہارٹر (Busha and Harter) نے درج ذیل چند مصادر کا اضافہ کیا ہے-

۱- سالنامے

ایسا ریکارڈ جو سالانہ بنیاد پر مرتب کیا جاتا ہے اس میں عام طور پر واقعات کو زمانی اعتبار سے درج کیا جاتا ہے لیکن ان کی اہمیت کو ظاہر نہیں کیا جاتا مثلاً کتب خانوں یا دیگر اداروں کی سالانہ رپورٹیں-

۲- دستاویزات (Aschives)

ان میں پبلک اور سرکاری دستاویزات آتی ہیں' یہ اصطلاح اس مخزن کے لیے بھی استعمال کی جاتی ہے جہاں دستاویزات کو محفوظ کیا جاتا ہے- ان کی ترتیب و تنظیم کی جاتی ہے اور ان کو استعمال کیا جاتا ہے-

۳- فہرست (Catalogue)

چیزوں کی مکمل فہرست (کتب' ساز و سامان وغیرہ) جوکہ عام طور پر وضاحتی نوعیت کی ہوتی ہے اور اس کو کسی نظام کے تحت ترتیب دیا ہوتا ہے-

۴- کرانیکل (Chronical)

حقائق و واقعات کا زمانی اعتبار سے ریکارڈ جس کا تجزیہ اور توجیہ و توضیح نہیں کی ہوتی۔

۵- وثیقہ

وہ سرکاری دستاویز جس میں ایک شخص سے دوسرے شخص کے نام جائیداد کی منتقلی کا ریکارڈ ہوتا ہے۔

۶- قصے کہانیاں (Legend)

غیر معمولی واقعات کی کہانی جو ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتی ہے۔ اس کی اصل روایتی یا افسانوی نوعیت کی ہوتی ہے اور اس میں ایسی اطلاع پائی جاتی ہے جس کی عام طور پر جانچ پرکھ نہیں کی جاسکتی۔

۷- مخطوطہ (Ms)

ایسی دستاویز جو خطی ہو یا ٹائپ کی ہو۔ اس میں خطوط' تاریں' روزنامچے' رسیدیں' ذاتی حالات' فہرستیں' اجلاس کی روئیدادیں' معاہدے' ٹیکس کے ریکارڈز' قانونی سرٹیفکیٹ' ادبی کتب' تقاریر اور دوسری دستاویزات کے اصل مسودات جو شخصیات یا افراد سے تعلق رکھتے ہیں۔

۸- یادداشت (Memoir)

ان واقعات کی یادداشت یا رپورٹ جس کی بنیاد مصنف کی زندگی' اس کے مشاہدات یا اس کی کسی خاص اطلاع پر ہوتی ہے۔ ان ریکارڈز کو یادداشتیں کہا جاتا ہے۔

۹- یادگار (Memorial)

کسی فرد یا واقعہ کی یاد میں کوئی کی ہوئی' کہی ہوئی یا تعمیر کی ہوئی چیز کو یادگار کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

۱۰- اسناد حقوق و مراعات (Muniment)

ایسی دستاویز جس میں کسی جائیداد کے استحقاق کی شہادت موجود ہو یا حقوق و مراعات کے

مطالبے کی شہادت موجود ہو۔

۱۱۔ رجسٹر

تحریری ریکارڈ جو کہ عام طور پر سرکاری نوعیت کا ہوتا ہے اور اس کو مستقبل میں استعمال کرنے کے لیے مرتب کیا جاتا ہے اس میں واقعات مثلاً پیدائش و موت کے بارے میں سلسلہ وار اندراجات ہوتے ہیں۔ کتب خانوں میں اندراج رجسٹر بھی تیار کیے جاتے ہیں۔

۱۲۔ رول (Roll)

ناموں کی فہرست جس کو کسی خاص مقصد کے لیے ریکارڈ کیا جاتا ہے اس کا استعمال حاضری کی پڑتال کے لیے کیا جاتا ہے مثلاً کلاس روم میں حاضری یا افراد (فوج) کی فرد حاضری۔

۱۳۔ جدول (Schedule)

تفصیلات یا بیانات کے گوشوارے کی صورت میں فہرست جو کہ عام طور پر بار بار رونما ہونے والے واقعات، نظام الاوقات یا پہلے سے طے کی ہوئی ترتیب کے مطابق واقعات کے نقشے کا ریکارڈ رکھتی ہے۔ (۷)

اسی طرح اصل تصنیف بنیادی مآخذ اور اس کا ترجمہ ثانوی مآخذ کہلاتے ہیں۔

ابتدائی (بنیادی) مآخذ کی اہمیت

محقق کی وسیلہ دستاویزات ہوتی ہیں۔ تاریخی حقیقت کی تلاش میں وہ جہاں تک ممکن ہو ابتدائی وسائل پر انحصار کرتا ہے اس کی وجہ سے تحقیق زیادہ قابل اعتماد ہو جاتی ہے۔

معلومات کے بنیادی مآخذ میں عام طور پر حالات کی تصویر ہوتی ہے جو لکھنے والے نے خود دیکھی یا سنی یا خود اس تجربے سے گزرا۔ ایک کامیاب محقق کے لیے اپنے موضوع سے متعلق مواد کی فراہمی کے بنیادی وسائل اور مآخذ کا علم ہونا انتہائی ضروری ہے۔ اس کو دوسرے محققین کے ذریعے استعمال کیے ہوئے حقائق کو دوسرے لفظوں میں بیان کر دینے کی علت سے بچنا چاہیے۔ بنیادی مآخذ سے مواد کی فراہمی کے دوران ایسا مواد بھی محقق کے ہاتھ لگ سکتا ہے جس کو ابھی تک کسی دوسرے محقق نے استعمال ہی نہ کیا ہو۔ اس طرح نئے حقائق کو منظر عام پر لانے سے محقق کی وقعت و عظمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس لیے بنیادی مآخذ کو بہت اہمیت

حاصل ہے۔

مصادر و مآخذ کی تلاش کے سلسلہ میں محقق کی مشکلات

تحقیق میں اہم کام مصادر و مآخذ کی تلاش ہے۔ اس سلسلہ میں محقق کو بہت صبر آزما اور کٹھن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس تحقیقی عمل میں بہت محنت اور عرق ریزی درکار ہے۔ یہ منزل مستقل مزاجی' قوت ارادی اور مسلسل کوشش سے حاصل ہوتی ہے۔

مصادر و مآخذ کی دستیابی مختلف مقامات اور مختلف ذرائع سے ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں حوالہ جاتی کتب' کتب خانوں کی فہرستیں' رسائل و جرائد کے اشاریے' کتابیات' تاریخی مواد سے متعلق تبصرے' تحقیقی مقالات اور تحقیقی رسائل وغیرہ راہنمائی کرتے ہیں۔ مواد کا ایک اہم ذریعہ آرکائیوز (Archives) ہیں جہاں اہم قومی ریکارڈز محفوظ کئے جاتے ہیں جیسے پنجاب آرکائیوز اور نیشنل آرکائیوز۔ پرانی کتابوں کا کاروبار کرنے والے لوگوں سے مواد مل جانے کا امکان ہوتا ہے۔ عظیم قومی شخصیات کی رہائش گاہیں جن کو ان کی وفات کے بعد میوزیم میں بدل دیا جاتا ہے وہاں سے بھی ان کے بارے میں بہت قیمتی دستاویزات مل جاتی ہیں۔ اس طرح محقق کو مصادر و مآخذ کی تلاش کے سلسلہ میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ان مشکلات کی اصل وجہ وسائل کی کمی ہے۔ معمولی سے معمولی معلومات کے حصول کے لیے دربدر بھٹکنا پڑتا ہے۔ ارباب علم یا کتب خانوں سے استفادہ کے لیے سفر ناگزیر ہے۔ اسکے لیے وقت اور پیسہ درکار ہے۔ بنیادی کتب کی کیٹلاگ دستیاب نہیں ہوتیں جو تحقیقی کام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ مرکزی اور اعلیٰ پایہ کی لائبریریاں نایاب ہیں۔

محقق کی مشکلات کی تفصیلات حسب ذیل ہیں :

ا۔ لائبریری

مواد کی فراہمی کا اہم ترین ذریعہ لائبریری ہے۔ لائبریری جتنی بڑی اور مکمل ہوتی ہے تحقیق کا کام بھی اتنا ہی جلد مکمل ہو گا۔ اسی لئے لائبریریوں میں زیادہ سے زیادہ مواد جمع کیے جانے کے لئے ہر سال کافی روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ مواد کی فراہمی کے سلسلہ میں اچھی اور اہم کتابوں سے معمور لائبریریاں تحقیقی کام کے لئے بہت معاون ثابت ہوتی ہیں۔ بعض اوقات کسی لائبریری میں محقق کو مطلوبہ کتابیں دستیاب نہ ہوں تو وہ متعلقہ لائبریرین سے اس کتاب کے جلد منگوانے کی درخواست کرتا ہے۔ بعض اوقات وہ قلمی نسخہ اپنے ملک میں دستیاب نہیں ہوتا

تو اسے بیرون ملک سے وہ نسخہ منگوانا پڑتا ہے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے اپنے طالب علمی کے زمانے کا یہ واقعہ اب تک یاد ہے کہ ایک مرتبہ علامہ ڈاکٹر محمد شفیع صاحب مرحوم نے خارجی شواہد کے سلسلہ میں مجھے ایک ایسی نادر قلمی کتاب کے مطالعہ کرنے کا مشورہ دیا جس کا ایک نسخہ جرمنی میں تھا۔ میں نے اس کے حصول میں اپنی معذوری ظاہر کی تو انہوں نے فرمایا کہ حکیم یا ڈاکٹر ایک دوا کے میسر نہ ہونے پر کوئی دوسری دوا تجویز کر سکتا ہے لیکن ریسرچ کے بارے میں جو کتاب تجویز کی ہے وہ ہر قیمت پر حاصل کرنا ہو گی کیونکہ کہ اس کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا۔(۸)

اس طرح محقق کو مآخذ و مصادر کے سلسلے میں مختلف لائبریریوں کے چکر لگانے کی وجہ سے بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۲۔ سفر

محقق کو تحقیق کے دوران سفر بھی کرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں اسے کبھی کبھی دوسری یونیورسٹیوں کے ذمہ دار پروفیسروں سے مشورہ کرنے جانا پڑتا ہے۔ کبھی زیرِ تحقیق مصنف یا شاعر سے ملاقات کرنے یا اس کے انتقال کر جانے کی شکل میں وہاں کے لوگوں سے مل کر اس کے حالات جاننے کی خاطر محقق کو سفر درپیش ہوتا ہے۔ بعض اوقات نایاب کتابوں یا قلمی مخطوطات کے حصول کی خاطر محقق کا سفر کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر تحقیق کا موضوع کسی جائزے یا علاقائی کام سے متعلق ہے تو اس کے لئے بھی سفر کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ بعض اوقات ایک قلمی نسخہ اپنے ملک میں دستیاب نہیں ہوتا اور وہ نسخہ کسی دوسرے ملک میں موجود ہو اور وہاں سے منگوانا ناممکن ہو تو اس کے حصول کی خاطر دوسرے ملک کا سفر اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح کسی آدمی کا انٹرویو کرنے کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر ناگزیر ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات محقق کے راہنما کے دور ہونے کے باعث اس سے مشورہ لینے کے لئے وقتاً" فوقتاً" سفر کرنا پڑ جاتا ہے۔ یہ ساری چیزیں محقق کے لئے مشکلات کے اسباب میں شمار ہوتی ہیں(۹)

۳۔ مالی وسائل

تحقیق کے دوران محقق کو کتابیں خریدنے کے لئے رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر مالی وسائل ساتھ نہ دیں تو محقق حوصلہ توڑ دیتا ہے اور اس کی ساری خداداد صلاحتیں محض مالی

وسائل کی کمی کے باعث زنگ آلود ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح تحقیق کے لئے اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر اختیار کرنا پڑتا ہے اس کے لئے بھی اسے اچھی خاصی رقم درکار ہوتی ہے۔ اگر سرمایہ کا وافر حصہ اس کے پاس موجود نہ ہو تو وہ پوری خوداعتمادی کے ساتھ اپنے تحقیقی کام میں مصروف نہیں رہ سکتا۔(۱۰)

بعض اوقات محقق کو مختلف لائبریریوں سے حاصل شدہ مواد فوٹو سٹیٹ کروانا پڑتا ہے اس کے لئے بھی اسے سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر غربت و ناداری کے سبب مالی ضروریات کی تکمیل کے لئے محقق کوئی ملازمت اختیار کرے تو اس کے کام میں حرج واقع ہوتا ہے۔ اس طرح مالی وسائل کا فقدان اس کے مقاصد کی تکمیل میں سدراہ ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ محقق کو مصادر و ماخذ کی تلاش کے سلسلہ میں مالی وسائل کے کٹھن مرحلے سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔

۴۔ آلات و مشینیں

کسی موضوع کے جائزے یا علاقائی کام کے جائزے کے لئے محقق کے پاس ٹیپ ریکارڈ کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ علاقائی بولی یا اس کے عوامی ادب کا مطالعہ کرنے والے محقق کا کام اس کے بغیر نہیں چل سکتا۔ مخطوطات کی تصاویر کے لئے فوٹو سٹیٹ کیمرہ کی بھی ضرورت پیش آتی ہے۔ ان عکسی تحریروں کو پڑھنے کے لیے بھی ضروری آلات کی فراہمی ضروری ہے۔ محقق کو ان آلات کے استعمال کرنے کی تربیت بھی حاصل کرنی پڑتی ہے۔ اس سلسلہ میں کمپیوٹر بھی ایک ایسا آلہ ہے جو کئی قسم کے کاموں میں مفید ہو سکتا ہے۔ اس طرح محقق کو تحقیق کے دوران ان مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔(۱۱)

۵۔ مختلف علوم سے واقفیت

محقق جس موضوع پر تحقیق کر رہا ہے اگر اس کا مواد اس زبان میں ہے جسے محقق جانتا ہے تو اس کے لئے تحقیق کا کام کوئی دشوار نہیں۔ لیکن اگر موضوع کا مواد اس زبان میں ہے جسے محقق نہیں جانتا جیسے فرانسیسی۔ جرمنی۔ فارسی۔ عربی وغیرہ تو پھر دو ہی راستے ہیں یا تو محقق ان زبانوں کو سیکھے یا ان کے قابل اعتماد تراجم کا سہارا لے۔ بہتر یہی ہے کہ محقق اس زبان کا علم اپنی ضرورت کے مطابق ضرور حاصل کرے۔ اس سلسلے میں۔ محقق کو اپنے مخصوص مضمون کے علاوہ متعلقہ مضامین کا مطالعہ کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے مثلاً اردو کے محقق کے لئے فارسی لازمی طور پر جاننے کی ضرورت ہے۔ عربی جاننا بھی اس کے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ قدیم

اردو سے متعلق اودھی- برج- ہریانی وغیرہ سے بھی واقفیت کے بغیر تحقیق ناقص رہے گی اسی طرح ادب کے محقق کے لئے متعلقہ عہد کے تاریخی- معاشی و معاشرتی حالات کا علم ہونا بھی ضروری ہے- اسے عروضی- مبادیات فلسفہ' تصوف وغیرہ سے بھی واقفیت ہونی ضروری ہوتی ہے- اسی طرح تاریخ کے محقق کے لئے جغرافیائی علوم' معاشیات اور سماجی علوم کا مطالعہ بھی لازماً کرنا پڑتا ہے- اسلامی تاریخ و ثقافت کا بہت بڑا ذخیرہ عربی زبان میں محفوظ ہے- برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کے اصل مآخذ فارسی زبان میں ہیں اس طرح تاریخی تحقیق میں استعمال ہونے والے بنیادی مآخذ کو سمجھنے کے لئے عربی اور فارسی دونوں زبانوں کا جاننا ضروری ہو جاتا ہے- اس استعداد کے بغیر محقق کے لئے اصل مصادر سے استفادہ کرنا آسان نہیں ہوتا-(۱۲)

اسلامی تاریخ و ثقافت کا بہت بڑا ذخیرہ عربی زبان میں محفوظ ہے- برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کے اصل مصادر فارسی زبان میں ہیں- اس طرح تاریخی تحقیق میں استعمال ہونے والے بنیادی مآخذ کو سمجھنے کے لیے عربی اور فارسی دونوں زبانوں کا جاننا ضروری ہو جاتا ہے- اس استعداد کے بغیر محقق کے لیے اصل مصادر سے استفادہ کرنا آسان نہیں ہوتا-

مصادر و مآخذ کی تلاش کے سلسلہ میں محقق بنیادی ذرائع سے مواد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ یہ مواد مستند ترین ہوتا ہے- اگر محقق کسی کتاب سے مواد حاصل کرنا چاہے تو اسے اصل کتاب کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوتا ہے نہ کہ ترجمہ سے کیونکہ ترجمہ ثانوی حیثیت رکھتا ہے- اگر بسعی تمام اصل کتاب دستیاب نہ ہو تو ترجمہ پر اکتفا کیا جا سکتا ہے-

۶- بسا اوقات محقق کو مصادر و مآخذ کی تلاش کے سلسلہ میں کرم خوردہ نسخوں سے واسطہ پڑتا ہے- اس وقت اسے ان کرم خوردہ نسخوں کے کٹے مٹے الفاظ کو ان کے کشید کے لحاظ سے درست کرنا اور خط شکستہ کو پڑھ کر تصحیح کرنا ضروری ہوتا ہے اور یہ کام یقیناً محقق کے لئے ایک انتہائی مشکل کام ہے اس کی خاطر اسے اکابر فضلاء کے کاموں کو پیش نظر رکھنا پڑتا ہے-

۷- جب محقق کو کچھ مسودات ملیں تو وہ اس کی مختلف طریقوں سے جانچ پرکھ کرتا ہے- اور اس کی گہرائی تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے- خارجی طریقے سے وہ مسودہ کی جانچ پرکھ کرتے ہوئے وہ اس نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کرتا ہے کہ کیا مسودہ اصلی ہے اور کیا اس کو معتبر سمجھا جا سکتا ہے-

۱- یہ مصنف کا اصلی مسودہ ہے یا اس کی نقل ہے-

۲۔ اگر یہ نقل ہے تو کیا یہ اصل مسودے کے الفاظ کے عین مطابق ہے۔
۳۔ اگر نقل مطابق اصل نہیں ہے تو کیا اغلاط کی تصحیح ممکن ہے اور محذوف حصے بحال کئے جا سکتے ہیں۔
۴۔ اگر دستاویز نقل ہے اور بہت بعد کی تاریخ اس پر درج ہے یا اس پر کوئی سال کتابت درج نہیں تو کیا خود مصنف یا اس کے کسی قابل اعتماد ہم عصر نے کبھی بیان کیا کہ زیر نظر مسودہ کے مصنف نے ایسا کوئی مخطوطہ لکھا تھا۔
۵۔ اگر مسودہ پر کوئی تاریخ درج نہیں اور اس کا زمانہ بھی معین نہیں تو پھر اس کے مندرجات پر محقق نظر ڈالتا ہے کہ کیا اس دستاویز میں کوئی ایسے خیالات' نظریات' زبان کے اسلوب یا طباعت کے طریقے یا روشنائی کی قسم جو اندازا یا صحیح طور پر بتا دے کہ یہ دستاویز کب یا کہاں تیار کی گئی۔ مصادر کی جانچ پرکھ کے لئے مکبر شیشہ' خوردبین' اور کیمرہ معاون و باصلاحیت ذرائع ثابت ہوتے ہیں۔
۶۔ اگر دو یا دو سے زیادہ ماخذ نفس مضمون کے لحاظ سے مطابقت رکھتے ہوں یا انداز بیان میں موافق ہوں یا دونوں لحاظ سے ایک جیسے ہوں تو محقق اس بات پر غور کرتا ہے کہ ان میں سے کون سا ایک یا ایک سے زیادہ اصل ہیں اور دوسرے ماخوذ۔
۸۔ اسی طرح متن کی درستی اور حواشی کی فراہمی کے سلسلہ میں صحیح منابع اور جامع و مانع مواد سے استفادہ کرنا بھی محقق کے لئے بڑی سلیقہ مندی کا کام ہوتا ہے۔ اسے ایسے کاموں کے لئے صرف انہی اساتذہ سے رجوع کرنا پڑتا ہے جنہیں اس فن کا خاص تجربہ ہو کیوں کہ

ع ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

۹۔ اسی طرح متن میں تصرف و تحریف بھی محقق کے لئے مشکلات کا سبب پیدا کر دیا کرتی ہیں۔ مثلاً

بعض اوقات رسم الخط کی وجہ سے متن میں تصرف پیدا ہو جاتا ہے اور رسم الخط سے عدم واقفیت کی وجہ سے محقق کو دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہماری تہذیب و ثقافت کے بارے میں دستاویزات خط کی مختلف اقسام میں لکھی ہوئی ملتی ہیں۔ مثلاً خط کوفی۔ خط میخی۔ خط غبار۔ خط بہار۔ خط شکستہ وغیرہ۔ مخطوطات کا مطالعہ کرنے کے لئے محقق کی ان خطوں سے واقفیت ضروری ہے۔(۱۴)
۱۰۔ بعض اوقات کاتب کا جہل جو لاعلمی کی بناء پر ہوتا ہے جب اس کی سمجھ میں کوئی لفظ نہیں

آتا تو وہ کچھ کا کچھ لکھ دیتا ہے اور جو لفظ بغیر سمجھے بوجھے لکھا جاتا ہے وہ معما بن جاتا ہے۔

۱۱۔ بعض اوقات کاتب کا جہل عمداً ہوتا ہے۔ اس سلسلے کی بہترین مثال خرموسیٰ اور خرعیسیٰ والی ہے۔

۱۲۔ بعض اوقات قدیم متنوں میں نامانوس الفاظ کی کثرت ہوتی ہے جس کی وجہ سے کاتب اکثر پرانے لفظوں کی جگہ نئے لفظ لکھ دیتا ہے۔ دیوان حافظ کے قدیم اور جدید نسخوں میں غیر معمولی فرق و اختلاف انہی کاتبوں کی "اصلاح" کا نتیجہ ہے۔ اس کی وجہ سے بھی محقق کو بڑی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۱۳۔ بعض اوقات ایک ہی تخلص کے شاعروں کے کلام میں التباس آجاتا ہے۔ ظہیر فاریابی کے کلیات میں غزلیات کا تقریباً تمام حصہ صائب کے ایک شاگرد ظہر تخلص کی ہیں جو مصنف سے تقریباً پانچ سو برس بعد میں ہوا ہے۔ تو یہ التباس بھی محقق کو مصادر و ماخذ کی تلاش کے سلسلہ میں مشکلات پیدا کر دیتا ہے۔

۱۴۔ بیاضوں کے ولہٗ' منہ' ایضاً جیسی علامتوں کے غلط لگ جانے سے ایک شاعر کا کلام دوسرے کی طرف باسانی منسوب ہو جانے کی وجہ سے محقق کو اصل ماخذ کی تلاش میں وقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۱۵۔ کبھی کبھی نسخوں کے اوراق کی بے ترتیبی اور اوراق پر ہندسوں کے نہ ہونے سے طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ چیز بھی محقق کے لئے دشواری کا سبب بن جایا کرتی ہے۔

۱۶۔ قدماء کے ہاں تخلص کم استعمال ہوتا ہے۔ اگر کل دیوان خصوصاً منتخب کا سرورق جس پر شاعر کا تخلص صراحتہ درج ہوتا تھا کسی وجہ سے الگ ہو جاتا تو سہل پسندی یا جہل غلط فہمی کا راستہ ہموار کر دیتا۔ اس کی وجہ سے محقق کو مصادر و مآخذ کی تلاش کے سلسلہ میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔(۱۵)

۱۷۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ محقق کو زیر تحقیق موضوع سے متعلق تاریخی ریکارڈز مخفی مقامات سے جا کر ملتے ہیں مثلاً بے کار اور ردی کتابیں جنہیں مقامی تاریخ کے ذخیرے میں رکھا ہوتا ہے یا کسی نے ذاتی لائبریری میں نایاب کتابیں رکھی ہوتی ہیں اور اس کے انتقال کے بعد اس کے پسماندگان کے پاس وہ گمنامی کی حالت میں محفوظ ہوتی ہیں۔ محقق کو جب ان کے متعلق کسی کے ہاں سے پتہ چلتا ہے تو وہ ان کتابوں سے جا کر مفید معلومات حاصل کر لیتا ہے۔

۱۸۔ اسی طرح بسا اوقات محقق کو ایسے مصادر و مآخذ بھی ملتے ہیں جن کے اصل معنی واضح نہیں ہوتے : تمثیلی زبان کا استعمال' رمزیت' طنز و مزاح' استعارہ و کنایہ اور فصاحت و بلاغت کی دیگر صنعتیں استعمال کرنے سے الفاظ کے ظاہری مطلب اور حقیقی مفہوم کو سمجھنے میں اسے دقت پیش آتی ہے' اسی طرح زبان و بیان کی نزاکتوں کا صحیح ادراک نہ ہونے کے باعث محقق کو مصادر و ماخذ کی تلاش میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔(۱۶)

۱۹۔ طرز املاء سے واقفیت

تاریخی امور کے سلسلے میں محقق کو اگر یہ بات قابل وثوق حد تک معلوم ہو جائے کہ یہ فلاں شخص کے خیالات ہیں جو ہر طرح کی آمیزش سے پاک ہیں تو اسے بڑی حد تک اطمینان ہو جاتا ہے لیکن ادبی معاملات میں محقق کو صرف خیالات ہی کے تحقیق و تعین پر اطمینان نہ ہو گا۔ وہ یہ دیکھنا چاہیے گا کہ مصنف نے اپنے خیالات کے اظہار میں جو زبان استعمال کی ہے وہ وہی ہے جو ہماری پیش نظر کتاب کی ہے یا اس میں ترمیم ہوئی ہے۔ بلکہ بسا اوقات تو وہ اس کتاب کے طرز املاء بھی وہی دیکھنا چاہتا ہے جو مصنف کے دور میں رائج تھا۔

جب تک محقق طرز خط و املاء سے واقف نہ ہو وہ متن کی تحقیق و تصحیح میں نسخوں کی قدامت کا صحیح تعین نہیں کر سکتا۔ مشکوک اور بغیر تاریخ والے نسخوں کے بارے میں کوئی رائے اس وقت تک نہیں دے سکتا جب تک مختلف دور میں املاء اور خط کا جو طرز رائج تھا اس سے کماحقہ شناسانہ ہو۔

کیمیائے سعادت کے نسخہ بانکی پور کے ایک عکس کے متعلق دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ امام غزالی کے ہاتھ کا مخطوط ہے لیکن اس عکس کے بغور مطالعہ کے بعد یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ نسخہ اوائل یا زدہم ہجری یا اواخر دہم ہجری سے قبل کا نہیں ہو سکتا اس بناء پر کہ اس میں دال و ذال کا وہ فرق جو قدیم نسخوں کا املائی خاصہ تھا ایک جگہ بھی برقرار نہیں رکھا جا سکا ہے۔ یہی کام دوسری املائی خصوصیات کا ہے۔ ایسی حالت میں اس کو پانچویں صدی ہجری یعنی امام غزالی کی حیات کا سمجھنا حقیقت کے سراسر خلاف ہے۔ گویا طرز املاء سے ناشناسائی کی بناء پر پانچ سو سال کے تقدم زمانی کا دھوکا ہو گیا' اس لئے محقق کا طرز املاء سے واقف ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر وہ طرز املاء وغیرہ سے آگاہ ہو گا تو اصلی اور نقلی مسودہ میں امتیاز کر سکے گا۔ اس لحاظ سے طرز املاء سے ناآشنائی محقق کے لئے مآخذ و مصادر کی تلاش کے سلسلے میں مشکلات پیدا کر دیا کرتی

ہے۔(۱۷)

الغرض یہ ہیں وہ مشکلات اور دشوار گزار وادیاں جنہیں محقق کو مصادر و مآخذ کی تلاش کے سلسلہ میں طے کرنا پڑتا ہے۔

حواشی و مآخذ

۱۔ جمیل احمد رضوی سید، لائبریری سائنس اور اصول تحقیق، صفحہ ۱۲۴، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، مطبوعہ ۱۹۸۷ء

۲۔ ایم سلطانہ بخش، ڈاکٹر، اردو میں اصول تحقیق، جلد اول، ص ۱۶۴، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، مطبوعہ ۱۹۸۶ء

۳۔ ایضاً

4- Debold B, Van Dalen, understanding Educational Research. Me Graw Hill Book Co. New York- p.162-163

۵۔ عبد الرشید ارشد، ڈاکٹر تعلیم و تحقیق، صفحہ ۶۷ تا ص ۶۹، کاروان ادب، ملتان، مطبوعہ ۱۹۸۶ء

۶۔ ایم سلطانہ بخش ڈاکٹر، اردو میں اصول تحقیق، جلد اول، ص ۱۶۵ تا ص ۱۶۷

۷۔ جمیل احمد رضوی، سید، لائبریری سائنس اور اصول تحقیق، صفحہ ۱۲۵ تا ۱۳۰

۸۔ ایم سلطانہ بخش ڈاکٹر، اردو میں اصول تحقیق، جلد اول، ص ۴۹

۹۔ ایضاً، ص ۹۰

۱۰۔ ایضاً، ص ۹۰

۱۱۔ ایضاً، ص ۹۰

۱۲۔ جمیل احمد رضوی سید، لائبریری سائنس اور اصول تحقیق، ص ۱۴۰

۱۳۔ ایضاً، ص ۱۳۶ تا ۱۳۷

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۶۱

۱۵۔ ایم سلطانہ بخش، ڈاکٹر، اردو میں اصول تحقیق، جلد اول ص ۳۱۴ تا ۳۱۵

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۸۱

۱۷۔ ایضاً، ص ۳۰۵، ص ۳۱۷ تا ص ۳۱۹